(۷۹)

تمام کامیابیوں کی کنجی دُعا ہے

(فرمودہ ۶۔اگست ۱۹۱۵ء)

حضور نے تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ [1]

پھر فرمایا:۔

دُعا کا مسئلہ بھی ایک بڑا اہم مسئلہ ہے اور جہاں تمام بڑے بڑے اہم مسائل میں مختلف مذاہب کا اختلاف ہوا ہے وہاں اس مسئلہ کے متعلق بھی کچھ اختلاف ہے اور پھر صرف مختلف مذاہب کا ہی اختلاف نہیں بلکہ ہر ایک مذہب کے مختلف فرقوں کا آپس میں بھی اختلاف ہے۔

ان تمام اختلافات کو تھوڑی دیر کے لئے نظر انداز کرتے ہوئے اور ایک وقت کیلئے علیحدہ رکھتے ہوئے اگر کوئی غور کرے تو ضرور اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ جس قدر لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے کے مدعی ہوئے اور انہوں نے خدا تعالیٰ کی تائید اور مدد سے جماعتیں قائم کی ہیں تمام کے تمام دعا کے اثر اور مفید ہونے کے صرف قائل ہی نہیں رہے بلکہ اپنی تمام کامیابیوں کی کنجی دعا کو بتاتے رہے ہیں۔خواہ وہ ہندوستان کے بزرگ ہوئے ہوں یا ایران کے، خواہ شام کے ہوئے ہوں یا عرب کے کسی ملک کے ہوں تمام اس مسئلہ پر متفق ہیں۔ان کے پیروؤں میں اختلاف ہے مگر دعا کی تفصیلات میں، ان کے ماننے والوں میں اختلاف ہے مگر دعا کے اغراض میں اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے والوں میں اختلاف ہے، لیکن دعا میں کسی کا

اختلاف نہیں۔ ویدوں کو پڑھ لو۔ باوجود اس کے کہ ہزاروں قسم کی باتیں اس میں ملا دی گئی ہیں اس لئے حقیقت سے بہت دُور چلا گیا ہے مگر پھر بھی اس میں دعاؤں کا بہت بڑا حصہ پایا جاتا ہے۔ اسی طرح ژند اَوِستا میں ہے۔ پھر سب سے آخری مذہب والے جو اسلام کے قریب ہیں یہودی اور عیسائی ہیں ان کی مذہبی کتب کو دیکھنے سے بھی یہی پتہ لگتا ہے کہ دعاؤں پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ تو ہر ایک مذہب کے بانیوں کے حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک دکھ، تکلیف اور مصیبت کے وقت خدا تعالیٰ ہی کو پکارتے رہے ہیں۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ کسی دنیاوی طاقت کا سہارا ڈھونڈتے نظر نہیں آتے بلکہ خدا ہی کے حضور گرتے اور دعا کرتے ہیں۔ پھر حضرت مسیح پر جب مصیبت کا خطرناک وقت آتا ہے تو اس کی کیفیت موجودہ محرّف و مبدّل انجیل کو پڑھ کر بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ حکام کے پاس رہائی کیلئے بھاگے جاتے، میموریل بنا کر بادشاہ کو پہنچانے کی تجویز کرتے، یہی کرتے ہیں کہ خدا کے حضور جھکتے اور اپنی جماعت کو بھی یہی حکم دیتے ہیں کہ یہ بہت کٹھن وقت ہے، جا کر دعائیں کرو۔

پھر سب سے آخری کتاب لانے والا نبی جو تمام انبیاء کی خوبیوں کا جامع، تمام کمالات، تمام علوم اور تقویٰ و طہارت، پرہیز گاری اور قرب الٰہی کے تمام مدارج رکھنے والا تھا وہ چونکہ قرب الٰہی میں سب انبیاء سے بڑھ کر تھا اس لئے سب سے زیادہ دعاؤں میں مشغول رہا اور جیسا بڑا آپ کا درجہ تھا اسی کے مطابق دعائیں بھی بڑی کثرت سے کیں۔ اگر کسی نبی نے اپنے پیروؤں کو ایک یا دو وقت دن میں یا ہفتہ میں ایک بار دعا کی تاکید کی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر خدا تعالیٰ نے آپ کی فطرت کے مطابق پانچ وقت ہر دن رات میں دعا کرنا فرض کر دیا۔ اس کے علاوہ تین وقت نفل پڑھنے کے ہیں جو چاہے پڑھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہر خوشی پر، ہر رنج، ہر راحت، ہر آرام، ہر ضرورت اور ہر حاجت کے وقت دعائیہ کلمات مقرر کر کے بتا دیا کہ مسلمان کی دعا کسی خاص وقت ہی نہیں ہوتی بلکہ ہر وقت اور ہر گھڑی وہ دعا کر سکتا ہے اور اسے کرنی چاہیئے۔ تو جتنا آپ خدا تعالیٰ کے قریب تھے اتنا ہی آپ کا دستِ سوال وسیع تھا اور جتنے آپ پر خدا تعالیٰ کے فضل تھے اتنا ہی آپ کا تضرّع، خشوع و خضوع سے خدا کے حضور گرنا بڑھتا گیا۔ حتّٰی کہ آپ کی آخری اور ابتدائی عمر کی عبادتیں اگر ملا کر دیکھی جائیں تو بڑا فرق نظر آتا ہے وفات کے قریب اور ہی شان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے

بہ نسبت اس کے جو ابتداء میں تھے کیونکہ مومن کا ہر قدم آگے ہی آگے پڑتا ہے نہ کہ پیچھے اور آپ تو وہ تھے جو دنیا کو مومن بنانے کیلئے آئے تھے۔ چنانچہ آپ کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ۲؎ کہ تیری آخری گھڑی پہلی سے اچھی ہے اس بات پر غور کرنے سے صاف پتہ لگ جاتا ہے کہ واقعی دعا ایک چیز ہے اور وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ دعا میں کچھ اثر نہیں ہوتا یہ بھی ایک عبادت ہی ہے، غلط کہتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ مومن کا کوئی کام فضول اور لغو نہیں ہوتا اگر دعا میں کچھ اثر اور نتیجہ نہیں ہے تو یہ کہنے کے کیا معنے کہ اے خدا! ایسا کر دے۔ اگر دعا عبادت ہے تو بجائے اس کے یہ کہنا چاہئے تھا کہ اے خدا! مَیں تیری بڑائی کرتا ہوں۔ دُعا میں عاجزانہ درخواست کے کلمات رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ پھر اس بات پر اتنا تسلسل کہ ہر مصیبت، ہر مشکل اور ہر تکلیف کے وقت دعاؤں پر زور دیا جاتا تھا۔ اس کی کیا وجہ تھی اور دلائل اور براہین کو چھوڑ کر اگر کوئی انبیاء کی زندگی پر ہی غور کرے تو اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ دعا میں واقعی بڑی بڑی خوبیاں ہیں۔ اور قرآن شریف تو بہت زور سے دعویٰ کرتا ہے کہ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ جب بھی کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعاؤں کو سنتا ہوں۔

پس قرآن شریف نے صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ دعا قبول کی جاتی ہے۔ لیکن جہاں دعا قبول ہوتی ہے اور خدا کے نبیوں اور آسمانی کتابوں نے اس بات پر بہت زور دیا ہے وہاں اس کے متعلق بہت سی احتیاطوں کی ضرورت بھی بتائی ہے اور شرائط کی پابندی کا بھی حکم دیا ہے۔ جب تک کوئی شرائط کو پورا نہیں کرتا دعا کے ثمرات کے حاصل کرنے کا مستحق نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں نے دعا کی قبولیت کے متعلق دھوکا کھایا ہے۔ کہتے ہیں ہم نے فلاں دعا کی تو تھی جو قبول نہیں ہوئی اس سے نتیجہ نکلا کہ دعا قبول ہی نہیں ہوتی۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہر ایک کی دعا قبول نہیں ہوتی ہاں خاص لوگوں کی ہوتی ہے اور ایسے لوگ جو کچھ بھی اپنے منہ سے نکالیں فوراً منظور ہو جاتا ہے اس قسم کے لوگ بھی ابتلاء میں پڑتے ہیں۔ پہلا خیال اگر انسان کو دہریت کی طرف لے جاتا ہے تو دوسرا خیال انبیاء کی تعلیم محبت اور ایمان لانے سے محروم کر دیتا ہے کیونکہ جو لوگ دعا کے قائل ہی نہیں ان کا ایمان اللہ تعالیٰ سے اُٹھ جاتا ہے اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں کے منہ سے اِدھر دعا نکلی اُدھر قبول ہو گئی وہ جب کسی انسان کو اپنے خیال کے مطابق نہیں پاتے تو ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے

کہ حضرت مسیح موعودؑ کے پاس بعض لوگ آ کر کہتے کہ ہمارے لئے آپ یہ دعا کریں۔ دوسرے تیسرے دن جب دیکھتے کہ ابھی کچھ نتیجہ نہیں نکلا تو کہہ دیتے کہ اگر آپ سچے ہوتے تو آپ کی دعا کیوں نہ قبول ہوتی۔ اسی بات پر وہ ٹھوکر کھا جاتے تھے تو دعا کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ یہ غلط ہے کہ دعا قبول نہیں ہوتی اور یہ بھی غلط ہے کہ جو دعا بھی کی جائے قبول ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی روحانی سنتیں جسمانی سنتوں کے مطابق چلتی ہیں۔ تم خدا کی جسمانی سنت کو دیکھ لو۔ مثلاً ایک انسان ایک محنت کرتا ہے یعنی زراعت کرتا ہے اور یہ کام جسم سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی طرح دعا بھی ایک کام ہے جو روحانی اخلاص سے تعلق رکھتا ہے۔ زراعت میں انسان بیج ڈالتا ہے تو کبھی بہت اعلیٰ فصل ہوتی ہے لیکن کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ باوجود بیج ڈالنے کے کچھ پیدا نہیں ہوتا، پھر کبھی کھیتی کو کم پانی ملتا ہے تو خشک ہو جاتی ہے اور کبھی زیادہ ملتا ہے تو گل جاتی ہے، کبھی بیج ناقص ہوتا ہے تو کبھی بے موسم بویا جاتا ہے اور کبھی ایک دفعہ بونے کے بعد گھبرا کر دوبارہ بیج ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس طرح پہلے بیج کو بھی خراب کر دیا جاتا ہے اور بعد کا ڈالا ہوا بھی کام نہیں دیتا کبھی فصل کو کیڑا لگ جاتا ہے، کبھی چوہے خراب کر دیتے ہیں۔

غرضیکہ بیسیوں اسباب ہیں جن سے کھیتی خراب ہو کر محنت کرنے والے کو محروم کر دیتی ہے۔ اسی طرح دعا کا حال ہے۔ جب انسان دعا شروع کرتا ہے تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ دعا ناقص ہونے کی وجہ سے قبولیت کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتی جس طرح ناقص بیج ہوتا ہے۔ کبھی ایسی دعا کی جاتی ہے جو سنت اللہ میں نہیں ہوتی کہ انسان کو مل سکے۔ پھر کبھی دعا کرنے میں گستاخی کے کلمات نکل جاتے ہیں ایسی دعا بھی رد ہو جاتی ہے۔ کبھی کمال گھبراہٹ ظاہر کرنے سے انسان مشرک بن جاتا ہے اور اللہ کی محبت کی بجائے اس چیز کی محبت اس پر غالب آ جاتی ہے۔ کبھی بے توجہی سے دعا کی جاتی ہے۔ یہ باتیں دعا کی قبولیت میں مانع ہیں۔ ان کے علاوہ روحانی اسباب بھی ہوتے ہیں جب تک وہ مہیا نہ ہوں کامیابی نہیں ہوتی اس لئے مومن کو دعاؤں کے ساتھ ان سامانوں کی بھی احتیاط کرنی چاہیئے کیونکہ اگر کوئی دعا کرتا ہے اور دعا کے سامان مہیا نہیں کرتا اور پھر یہ امید رکھتا ہے کہ میری دعا قبول ہو جائے گی تو وہ فضول امید رکھتا ہے۔ ہر چیز کیلئے خدا تعالیٰ نے سنتیں اور ہر چیز کیلئے رستے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی ان سنتوں کے ماتحت کام نہیں کرتا اور ان سنتوں پر نہیں چلتا تو کبھی کامیاب نہیں

ہوسکتا اس لئے دعا کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے ورنہ ٹھوکر لگ جاتی ہے۔ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں کی دعا ادھر منہ سے نکلی ادھر قبول ہو جاتی ہے لیکن جو کوئی کسی انسان کی نسبت ایسا خیال کرتا ہے اس کا خیال جھوٹا ہے اور وہ ایک شرک میں گرفتار ہے خواہ اس کا یہ خیال تمام انبیاء کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ہی کیوں نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ دُعا قبول کرتا ہے مگر یہ بھی درست ہے کہ خدا کسی کا غلام نہیں اور نہ ہی مملوک ہے کہ ادھر بندے نے دُعا کی اور اُدھر اس نے قبول کر لی۔ وہ خدا ہے کبھی دعا قبول کرتا ہے اور کبھی اپنی بات کو قبول کرواتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کبھی کوئی یہ توقع نہیں رکھتا کہ گورنمنٹ اُس کی تمام باتیں قبول کرے گی اور یہ توقع کسی چھوٹے سے چھوٹے حاکم کے متعلق بھی نہیں کی جا سکتی پھر خدا تعالیٰ کی نسبت ایسا خیال رکھنا کیسی نادانی ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں قبول کرتا ہے اور جن پر اس کا فضل ہوتا ہے ان کی بہت سی قبول کرتا ہے مگر پھر بھی بعض ایسی ہوتی ہیں جنہیں رد کر دیتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ مالک ہے۔ ہاں دنیاوی حکومتوں کے ردّ کرنے اور خدا تعالیٰ کے ردّ کرنے میں فرق ہے اور وہ یہ کہ دنیاوی حکومتیں جو رد کرتی ہیں ان کا ردّ کرنا بہت حد تک ان کے اپنے مصالح پر مبنی ہوتا ہے اور بعض دفعہ وہ غلطی بھی کرتی ہیں۔ مثلاً کسی کی درخواست کو ردّ کر دیتی ہیں حالانکہ اس کا قبول کرنا مفید اور ضروری ہوتا ہے۔

مگر خدا تعالیٰ جس درخواست کو ردّ کرتا ہے وہ بندے کیلئے ہی مفید ہوتی ہے اور اگر اسے قبول کر لیتا ہے تو اس کیلئے ہلاکت کا باعث ہو جاتی۔ اس دعا کی قبولیت ہی یہی تھی کہ رد کر دی جاتی۔ یہ اسی طرح کی بات ہے کہ ایک انسان کے ہاتھ میں آگ کا انگارہ ہو اور ایسا شخص جس سے اُسے دشمنی ہو اس انگارے کو کچھ اور سمجھ کر کہے کہ میرے ہاتھ پر رکھ دو تو وہ رکھ دے گا لیکن اگر اس کا اپنا بچہ کہے کہ میرے ہاتھ پر رکھ دو تو وہ ہرگز نہ رکھے گا۔ کوئی نادان تو کہہ دے گا کہ دیکھو فلاں آدمی کی بات تو مانتا ہے اور اپنے بچے کی نہیں مانتا۔ لیکن وہ نادان نہیں سمجھتا کہ جس کی بات کو اس نے ردّ کر دیا ہے دراصل اسی کو قبول کیا ہے اور جس کی بات کو قبول کیا ہے اصل میں اسی کو ردّ کیا ہے۔ مولانا رومی نے مثنوی میں ایک بہت عمدہ قصہ لکھا ہے۔ لکھتے ہیں ایک سپیرا تھا اس کے پاس نرالی قسم کا سانپ تھا ایک دن وہ گم ہو گیا تو سپیرا بڑا رویا اور دعائیں کیں کہ الٰہی! مجھے میرا سانپ مل جائے مجھے اس کے ذریعہ بڑی آمدنی

کی امید تھی مگر سانپ نہ ملا۔ صبح ہوئی تو ایک سپیرا نے اسے آ کر کہا کہ فلاں سپیرا کو سانپ کاٹ گیا ہے چلو علاج سوچیں۔ جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُسی سانپ نے جو گم ہوا تھا اسے کاٹا ہے وہ اسے چُرا کر لے گیا تھا۔ اس دن اس کے زہر کا خاص دن تھا اور اس کے کاٹے کا علاج نہ ہوسکتا تھا وہ سپیرا مر گیا۔ تو پہلا سپیرا جو بڑی دعائیں کر رہا تھا کہنے لگا واقعی خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی ہے۔ تو اس طرح بھی اللہ تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے جو کہ انسانی نظر میں ردّ کی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے لیکن نادان گھبرا جاتا ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی حالانکہ اس کا قبول ہونا ہی یہی ہوتا ہے کہ رد کی جائے۔ انبیاء کی دعاؤں کے ساتھ بھی یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے اُجِيْبُ كُلَّ دُعَائِكَ اِلَّا فِيْ شُرَكَائِكَ ۳؎ اور تو تمہاری سب دعائیں سنیں گے مگر شرکاء کے متعلق نہیں سنیں گے۔ اسی طرح حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جواب ملا کہ یہ دعا نہیں سنی جائے گی۔ اب یہ سوال ہوتا ہے کہ جب ہر ایک دعا نہیں سنی جاتی بلکہ کبھی قبول ہوتی ہے اور کبھی نہیں تو اس طرح ہر ایک بات کے متعلق ہوتا ہے کہ کبھی ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں تو یہ کیوں نہ سمجھ لیا جائے کہ اتفاقیہ طور پر ہو جاتا ہے دعا وغیرہ کچھ نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دعاؤں کے ذریعہ ایسی خوارق عادت باتیں ظاہر ہوتی ہیں جو کہ انسانی اسباب اور طاقت سے بالاتر ہوتی ہیں اور وہ اس بات کا ثبوت ہوتی ہیں کہ یہ خدائی کام ہے نہ کہ انسانی۔ مثلاً یہاں ہی ایک لڑکا عبدالکریم تھا اسے ہلکا کُتّا کاٹ گیا تو اسے علاج کیلئے کسولی بھیجا گیا لیکن کچھ عرصہ بعد اسے ہلکا پن ہوگیا۔ کسولی تار دی گئی تو جواب آیا کہ اب اس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے متعلق دعا کی، وہ اچھا ہو گیا۔ تو اس طرح کے نشانات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ضرور دعائیں سنتا ہے۔

بعض دفعہ انسانی قدرتیں اور طاقتیں ختم ہو جاتی ہیں پھر دعا کے ذریعہ وہ کام ہو جاتا ہے۔ بعض باتوں کیلئے سامان نہیں ہوتے لیکن دعا کرنے سے ہو جاتے ہیں۔ غرض ایسی بہت سی علامات ہیں جن سے بڑی آسانی سے فیصلہ ہو جاتا ہے۔ پس بعض دعاؤں کی نسبت یہ دیکھ کر کہ قبول نہیں ہوتیں یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ کوئی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ یہ بات تو دنیا میں بھی نظر آتی ہے۔ مثلاً ہر ایک بیماری کی دوا ہے لیکن اس دوا سے سارے بیمار اچھے نہیں ہو جاتے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ اس دوا سے فائدہ ہی نہیں ہوتا۔ دیکھنا یہ چاہیئے فیصدی

کتنا فائدہ ہوتا ہے۔اگر دوا استعمال کر کے تندرست ہونے والوں کی نسبت ان سے زیادہ ہے جن کو فائدہ نہیں ہوتا تو اسے مفید سمجھا جائے گا اور اگر کم ہے تو لغو۔اسی طرح دعا کے متعلق دیکھنا چاہیئے کہ خدا کے نیک بندوں کی دعائیں کتنی قبول اور کتنی رد ہوتی ہیں۔اور انہیں کیسی کامیابی ہوتی ہے اور ان کے مقابلہ پر آنے والوں کو کیسی ناکامی۔پس اس طرح آسانی سے فیصلہ ہوسکتا ہے۔انسان کو چاہیئے کہ دعا کے متعلق جو شرائط ہیں انہیں ملحوظ رکھے۔دعا پر اتنا زور دے جتنا مناسب ہو۔گھبراہٹ نہ ہو تا شرک نہ پایا جائے۔ادب کا خیال ہو کوئی دعا الٰہی سنّت کے خلاف نہ ہو۔اخلاص، جوش اور تڑپ ہو۔پھر دعا کی قبولیت کے سامان مہیا کئے جائیں۔مثلاً صدقہ خیرات اور عبادت پر زور ہو۔ان سامانوں اور شرائط کے بعد اگر دعا کی جائے تو قبول ہو جاتی ہے لیکن خدا جسے چاہے رد بھی کر دیتا ہے۔

چونکہ آج کل دعاؤں کے دن ہیں اور خاص کر یہ آخری عشرہ رمضان کا دعاؤں کیلئے بہت ہی مناسب ہے اس لئے میں نے دعا کے متعلق کچھ بیان کر دیا ہے۔دعائیں کرنے والے ان باتوں کو مدنظر رکھ لیں۔خدا تعالیٰ ہماری جماعت پر فضل کرے تا کہ انہیں نیک دعاؤں کی توفیق ملے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور شرف قبولیت حاصل ہو۔دعائیں رشتہ داروں، دوستوں اور عزیزوں کیلئے باعث ترقی ہوں۔

(الفضل ۱۲۔اگست ۱۹۱۵ء)

۱؎ البقرۃ:۱۸۷ ۲؎ الضُّحٰی:۵

۳؎ تذکرہ صفحہ ۲۶۔ایڈیشن چہارم